حواشی و مراجع

۱۔ خلیق انجم، مولانا ابوالکلام آزاد — شخصیت اور کارنامے، اردو اکادمی دہلی (طبع ہفتم) ۲۰۰۳، ص ۳۲؛ ابوالکلام آزاد، آزاد کی کہانی، خود ان کی زبانی، بہ روایت ملیح آبادی، حالی پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی، ۱۹۵۸، ص ۱۸۶

۲۔ آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی، ص ۱۸۷ ۔ ۱۸۸؛ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم، بمبئی، ۱۹۸۴ء ص ۴۴۰

۳۔ عبدالقوی دسنوی، تلاش آزاد، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۹۰، ص ۱۴—۱۵

۴۔ سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۴۳، ص ۴۴۳—۴۴۵

۵۔ ابوالکلام آزاد، انڈیا ونز فریڈم، (راوی: پروفیسر ہمایوں کبیر، مترجم: پروفیسر محمد مجیب، مقدمہ و حواشی: ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری) مکی دارالکتب لاہور (اشاعت چہارم) ۲۰۰۳، ص ۱۰۸

۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد — شخصیت اور کارنامے، ص ۱۴۳—۱۴۴

۷۔ سید شاہد علی، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، کاک پرنٹرس، نئی دہلی، ۲۰۰۱، ص ۱۴۰

۸۔ ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادیمی، نئی دہلی، ۱۹۶۴، جلد اول (تفسیر سورۂ فاتحہ)، ص ۳—۵

۹۔ حوالہ سابق، ص ۵ تا ۷

۱۰۔ حوالہ سابق، ص ۷

۱۱۔ حوالہ سابق، ص ۱۰

۱۲۔ حوالہ سابق، ص ۷

۱۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۱

۱۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۲

۱۵۔ حوالہ سابق، ص ۱۲

۱۶۔ دیباچہ ترجمان القرآن، جلد اول، ص ۴۱

۱۷۔ ترجمان القرآن، جلد دوم، ص ۵۸۴

۱۸۔ حوالہ سابق، ص ۵۸۴

۱۹۔ حوالہ سابق، ص ۵۹۶

۲۰۔ حوالہ سابق، ص ۴۲۰

۲۱۔ حوالہ سابق، ص ۴۲۰

۲۲۔ حوالہ سابق، ص ۲۵۷

۲۳۔ دیباچہ ترجمان القرآن جلد اول، ص ۳۵

۲۴۔ حوالہ سابق، ص ۳۳–۳۴

غیر اسلامی ریاست اور مسلمان

مولانا سید جلال الدین عمری

اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے سامنے ایک اہم سوال یہ ہے کہ کسی غیر اسلامی ریاست میں مسلم اقلیت کا صحیح موقف کیا ہے؟ اور اسلام نے اسے کیا ہدایات دی ہیں؟ مولانا عمری کی یہ کتاب قرآن وحدیث کی روشنی میں مستند اور موقر انداز میں اس سلسلے کی ایک رہ نما کتاب ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بعض اعتراضات کا جواب بھی۔

صفحات: ۶۴ قیمت: ۲۵

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ — اولین سیرت نگار

حافظ عبدالغفار

نام ونسب

حضرت عروہؒ کا نام ونسب یہ ہے:

عروۃ بن الزبیر بن العوّام بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی ~~ہے۔ا علامہ ذہبی~~ؒ (م ۷۸۴ھ) نے نسب میں کلاب کے بعد یہ اضافہ کیا ہے: ''بن مرّہ بن کعب بن لؤی بن غالب''۔۲

پیدائش

حضرت عروہؒ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے سنِ ولادت کے بارے میں محدثین اور مؤرخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے دو اقوال نقل کیے ہیں۔ ایک قول کے مطابق سن پیدائش ۲۲ھ جب کہ دوسرے کے مطابق ۲۹ھ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کے نزدیک ۲۳ھ اور ابن العماد الحنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) کے نزدیک ۲۹ھ ہے۔۳

ماضی قریب کے معروف محقق ڈاکٹر عبدالعزیز دوری نے اختلافی روایات کا موازنہ کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانیؒ کی بیان کردہ روایت کو ترجیح دی ہے اور دلیل کے طور پر وہ روایت بھی نقل کی ہے جس کے مطابق جنگ جمل ۳۲ھ میں لڑی گئی، اس وقت عروہؒ کی عمر ۱۳ برس تھی۔ اس قول کی تصدیق ابن خیاط (م ۲۳۰) کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق عروہؒ عہدِ فاروقی کے اواخر میں (۲۳ھ میں) پیدا ہوئے۔۴

خاندان

عروہؒ کے والد حضرت زبیرؓ بن عوام نبی کریم ﷺ کی سگی پھوپھی حضرت صفیہؓ بن عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ابتدائی زمانے ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ ان دس (۱۰) خوش نصیب ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی۔ وہ اس کمیٹی میں بھی شامل تھے جو حضرت عمرِ فاروقؓ نے اپنے بعد مسئلہ خلافت حل کرنے کے لیے تشکیل دی تھی۔ حضرت عروہؒ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن ہیں۔ انہیں ذات النطاقین بھی کہا جاتا ہے۔ ۵؎

حضرت زبیر بن عوامؓ ہر غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپؐ نے ایک موقع پر ان کے بارے میں فرمایا: ''لکل نبی حواری وحواری الزبیر'' ۶؎ (ہر نبی کے قریبی ساتھ ہوتے ہیں اور میرے قریبی ساتھی زبیر ہیں)۔ غزوۂ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ''فداک أبی و أمي'' (تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں)۔ ۷؎

حضرت عروہؒ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت (۷۵ھ) کے موقع پر حجاج بن یوسف ثقفی کے سامنے اپنے خاندانی شرف و افتخار کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا تھا:

> ''تمہیں معلوم نہیں، میں جنت کی شہزادیوں کی اولاد ہوں۔ میری والدہ اسماء بنت ابوبکرؓ، میری دادی صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور میری پھوپھی خدیجہؓ بنت خویلد ہیں۔ ۸؎

تحصیلِ علم

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ کو علم دین کے حصول اور اس کی تبلیغ واشاعت کا بڑا شوق تھا۔

ایک مرتبہ حجر کے مقام پر عروہ بن زبیر، عبداللہ بن زبیر، مصعب بن زبیر اور عبداللہ بن عمر ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی شدید خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

عبداللہ بن زبیرؓ: میں خلافت کا متمنی ہوں۔

حضرت مصعب بن زبیرؓ: میں تو عراقی خاتون سے شادی کا متمنی ہوں نیز چاہتا ہوں کہ عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت الحسین دونوں میرے نکاح میں آجائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ: میری خواہش یہ ہے کہ میری مغفرت ہوجائے۔

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ: میری خواہش ہے کہ لوگ مجھ سے علم حاصل کریں۔۹؎

حضرت عروہؒ اپنی اولاد کو بھی زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی ترغیب و تلقین کرتے تھے۔ ان کے صاحب زادے ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے تھے:

"تعلّموا العلم تسودوا به قومکم ویحتاجوا الیکم... لا تغشونی مع الناس لکن اذا خلوت فسلونی"۱۰؎

"علم حاصل کرو، تاکہ تمھیں اپنی قوم میں عزت ملے اور وہ علم کے حوالے سے تمہارے محتاج ہوں۔ مجھ سے بھیڑ میں سوال نہ کرو، بلکہ علیٰحدگی میں سوال کیا کرو۔"

اساتذہ

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ نے جن عظیم شخصیات سے علم حاصل کیا ان میں ان کے والد گرامی حضرت زبیر بن العوامؓ، بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور کئی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ ۱۱؎

تلامذہ

حضرت عروہؒ سے علم حاصل کرنے والوں میں مشہور محدث امام مسلم بن شہاب

الزہریؒ، ابو الزنادؒ، سلمانؒ بن یسار، ابو الاسودؒ عمر بن عبدالرحمن، عطاءؒ بن ابی رباح، عبداللہؒ بن لہیعۃ، موسیٰؒ بن عقبہ، عمروؒ بن دینار، ہشامؒ بن عروہ، محمدؒ بن منکدر، یحییٰؒ بن ابن کثیر، عمرؒ بن عبدالعزیز اور کئی دیگر اصحاب شامل ہیں۔ حافظ یوسف مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے عروہؒ کے تلامذہ کی ایک فہرست نقل کی ہے جو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ہے۔ ۱۲؎

علمی مقام ومرتبہ

عروہؒ بن زبیرؓ جلیل القدر تابعی، محدث، فقیہ، مؤرخ اور اوّلین سیرت نگار ہیں۔ ان کے علمی مقام ومرتبہ کا تعین تین پہلوؤں سے کیا جا سکتا ہے:

(الف) حدیث وسنت میں

حضرت عروہؒ بہت بڑے محدث تھے۔ ابن ہشام نے اس تعلق سے لکھا ہے:

"عروۃ بن الزبیر الفقیہ المحدّث الّذی یروی الکثیر من الأخبار والأحادیث عن النبی و حیاتہ صدر الاسلام" ۱۳؎

(عروہ بن زبیر فقیہ اور محدث تھے۔ انھوں نے نبی ﷺ کی ابتدائی زندگی کے بہت سے واقعات اور احادیث روایت کی ہیں۔)

ابن سعد نے عروہؒ کی علمی وسعت کے حوالے سے امام زہریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"کان عروۃ بحراً لاتکدّرہ الدّلاء و تیسّرت لہ سبل من العلم ---عروۃ بحر لاینزف ۱۴؎

(عروہ ایسے سمندر تھے جس کا پانی کثرتِ استعمال سے گدلا نہیں ہوتا۔ انھیں تحصیلِ علم کے بہت سے مواقع حاصل تھے۔ وہ ایسا سمندر تھے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔)

قبیصہ بن ذوئیب کہتے ہیں کہ حضرت عروہ اس وجہ سے ہم سے آگے بڑھ گئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رشتہ داری کے سبب وہ ان کے پاس برابر آتے جاتے تھے۔ اس بنا پر انہیں تحصیلِ علم، جمع روایت اور کتابتِ علم میں وہ آسانیاں حاصل ہوئیں

جو کسی دوسرے کو میسر نہ تھیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی امت میں اور بالخصوص خواتین میں ان سے (یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے) زیادہ کسی صاحب علم کا مجھے علم نہیں۔ یہی خاتون حضرت عروہؒ کے لیے عظیم مصدر علمی اوران کے مربیین میں سے تھیں۔'' ۱۵؎

سفیان بن عیینہؒ کا قول ہے:

''حضرت عائشہؓ سے سب سے زیادہ علم عروہؒ بن زبیرؓ، قاسمؒ بن محمد اور عمرۃ بنت عبدالرحمن نے حاصل کیا۔'' ۱۶؎

حضرت عروہؒ کو اخذ احادیث کا اس قدر شوق تھا کہ وہ ایک حدیث کو متعدد لوگوں سے روایت کرتے تھے۔

''ہشام بن عروہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: اے بیٹے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو مجھ سے حدیث لکھتا ہے، پھر اسے کسی اور سے بھی روایت کرتا ہے۔ میں نے جواب دیا: ہاں، میں آپ سے سنتا ہوں، پھر کسی دوسرے سے بھی سنتا ہوں۔ انھوں نے دریافت کیا: تم جو کچھ سنتے ہو اس میں کیا کچھ اختلاف پاتے ہو۔ میں نے کہا: نہیں۔ عائشہؓ نے فرمایا: تو پھر کوئی حرج نہیں۔'' ۱۷؎

علی بن مدینی کہتے ہیں:

''لوگوں کو عروہؒ سے استفادہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ سماعتِ حدیث کے لیے جمع ہوتے۔ عروہؒ انہیں درس وتدریس کی ترغیب دیتے اور احادیث کی چھان پھٹک کی مشق بھی کرواتے۔'' ۱۸؎

(ب) فقہ اسلامی میں

حضرت عروہ فقہ اسلامی میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ نے مدینہ منورہ کا گورنر بننے کے بعد فقہاء مدینہ میں سے جن دس افراد کو اپنا مشیر بنایا، ان میں سے ایک عروہ بھی تھے :۱۹؎

خیر الدین الزرکلیؒ نے لکھا ہے:

''هو أحد الفقهاء السبعة بالمدينة، كان عالماً بالدين صالحاً كريماً''۲۰؎

''وہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے۔ دین کا علم رکھنے والے، نیک اور کریم النفس تھے۔''

علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ کے فتوؤں کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال پر ہوتی تھی اور حضرت زید بن ثابتؓ کے اقوال کی روشنی میں فتویٰ دینے والوں میں حضرت عروہؒ بھی ہیں۔''۲۱؎

اسی لیے ابن حزمؒ نے عروہؒ کو مفتی قرار دیا ہے۔۲۲؎

(ج) شعر و شاعری میں

حضرت عروہ شعر و شاعری سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ ان کے اشعار کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں۔ ابو الزناد کہتے ہیں کہ ''میں نے عروہؒ سے زیادہ کسی کو شعر روایت کرنے والا نہیں پایا۔ ۲۳؎

دنیاوی معاملات سے لاتعلقی

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ نے اپنے دور کے معاشرتی اور سیاسی معاملات اور دیگر فتنوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور زہد و تقویٰ کی زندگی بسر کی۔ جنگِ جمل میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہ ہوئے، لیکن یزید بن معاویہ کے دور میں اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ کے مکہ مکرمہ میں اعلانِ خلافت، ۶۱ھ میں رونما ہونے والے واقعۂ کربلا اور ۶۳ھ میں

پیش آنے والے واقعۂ حرّہ (جس میں شامی فوجوں نے مدینہ منورہ پر یلغار کی تھی) وغیرہ کے موقع پر بھی ان کا نام نظر نہیں آتا۔ ۲۴؎ انھوں نے جب مدینہ منورہ سے باہر وادیٔ عقیق میں اپنا مکان تعمیر کروایا تو ان سے کہا گیا کہ آپ مسجد نبوی سے دور ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا:

''إنی رأیت مساجدھم لاھیة، وأسواقھم لاغیة، والفاحشة فی فجاجھم غالیة، فکان فیما ھنالک عمّا ھم فیه عافیة'' ۲۵؎

''میں نے دیکھا کہ مساجد میں غفلت عام ہو گئی ہے، بازاروں میں لغویات کا چلن ہے اور گلیوں میں نافرمانی عام ہے تو میں نے ان سے الگ تھلگ ہونے میں عافیت سمجھی۔''

سخاوت اور صبر و تحمل

عروہؒ بن زبیر کی ملکیت میں وادیٔ عقیق میں شان دار نخلستان اور باغات تھے۔ جب کھجور پک جاتی تو وہ ان کو لوگوں کے لیے کھول دیتے۔ لوگ آتے، کھجوریں کھاتے اور اپنے ساتھ لے بھی جاتے تھے۔ عروہؒ کی عادت تھی کہ جب وہ باغ میں داخل ہوتے تو قرآن کی اس آیت کا ورد کرتے رہتے:

وَلَوْ لَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ (الکہف ۳۹)

''اور جب تو باغ میں آیا تھا (تو) تو نے کیوں نہ کہا کہ اللہ جو چاہے (وہی) ہوتا ہے۔''

ان کا یہ ورد باغ سے نکلنے تک جاری رہتا تھا۔ ۲۶؎

شام میں قیام کے دوران عروہ بن زبیر کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا۔ تکلیف بڑھنے پر انھیں پاؤں کٹوانے کا مشورہ دیا گیا۔ پہلے تو انھوں نے انکار کیا، لیکن بعد میں آمادہ ہو گئے۔ جرّاح کو بلایا گیا۔ اس نے تھوڑی سی شراب پینے کو کہا، تا کہ آپریشن کی

تکلیف نہ ہو۔ انھوں نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: میں حرام چیز استعمال کر کے سکون و عافیت نہیں چاہتا۔ چنانچہ انھوں نے کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے آپریشن کروایا۔ پھر گرم زیتون کو لوہے کی کڑھائی میں ڈال کر خون بند کیا گیا۔ شدید درد سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب آنکھ کھلی اور افاقہ ہوا تو چہرے سے پسینہ پونچھا اور کٹے ہوئے پاؤں کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند آواز میں کہا:

''أما والذی حملنی علیک انه لیعلم انی ما مشیت بک الی حرام أو معصیة''۲۷۔

''اس ذات کی قسم جس نے تیرے سہارے مجھے چلنے کی توفیق دی، وہ خوب جانتا ہے کہ میں تیرے سہارے چل کر کبھی حرام یا معصیت کی طرف نہیں گیا۔''

شام میں قیام کے دوران ہی عروہؒ کو دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ ان کے صاحب زادے محمد (جو بہت وجیہ شخصیت کے مالک تھے) شاہی اصطبل میں چوپائے کی ٹکر سے وفات پا گئے۔ اس موقعہ پر عروہ نے کہا:

''لقد لقینا من سفرنا هذا نصباً۔ اللهم ان کنت أخذت لقد أعطیت، وإن کنت ابتلیت لقد عافیت''۲۸۔

''ہم نے اس سفر میں بہت تکلیف پائی۔ اے اللہ تو نے اسے لے لیا تو دیا بھی تو نے تھا۔ تو نے مجھے آزمائش میں مبتلا کیا تو عافیت بھی تیری ہی طرف سے ہے۔''

اصحابِ علم کی نظر میں

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا:

"ما أحد أعلم من عروة بن الزبیر، وما أعلمه یعلم شیئا أجهله"۲۹۔

''میں نے عروہؒ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اور جس چیز کو جاننے کا مجھے خیال آتا اس کو وہ اس طرح جانتے کہ مجھے اپنی جہالت کا احساس ہوتا۔''

امام زہریؒ فرماتے ہیں:

''میں نے جن حضرات سے علم حاصل کیا ان میں سے ایک سعید بن المسیبؒ تھے، جو سب سے زیادہ فقیہ تھے اور دوسرے عروہ تھے جو ایسے سمندر تھے جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا۔''۳۰ے

ابن سعدؒ کے بہ قول: ''کان ثقة کثیر الحدیث فقیها عالیا مأمونا ثبتا''۳۱ے

''وہ ثقہ، کثیر الروایۃ، بڑے فقیہ اور نہایت درجہ پختہ علم کے مالک تھے۔''

ابن حبان نے کہا: ''کان من أفاضل أهل المدینة وعقلائهم''۳۲ے

''عروہؒ اہلِ مدینہ میں سے فاضل ترین اور عقل کے منبع تھے۔''

وفات

حضرت عروہؒ کے سن وفات کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ خلیفہ بن خیاط نے ۹۳ھ نقل کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، جب کہ ابن جریر طبریؒ نے بیان کیا ہے کہ ۹۴ھ میں فقہاء مدینہ میں سے علی بن حسن، عبدالرحمن بن بکر، سعید بن المسیب اور عروہؒ بن زبیرؓ نے وفات پائی۔ ابن العماد الحنبلی نے ۹۲ھ اور ۹۴ھ دونوں نقل کیے ہیں۔ ابن سعید اور ابن القیم الجوزیؒ نے ۹۴ھ نقل کیا ہے۔ اور عبدالعزیز الدوری نے اسی کو سب سے زیادہ قرین قیاس قرار دیا ہے۔۳۳ے

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ – اولین سیرت نگار

فن سیر و مغازی کا آغاز و ارتقاء پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف میں مدینہ منورہ سے ہوا۔ اس عہد کے معروف محدثین، فقہاء اور سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان (م ۹۶ھ/۱۰۵ھ)، عروہ بن زبیرؓ (م ۹۳ھ/۹۴ھ)، شرحبیل بن سعد (م ۱۲۳ھ) اور وہب بن منبہ (م ۱۱۰ھ) ہیں۔

مؤرخین اور علماء سیرت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ فن مغازی پر سب

سے پہلے کس نے قلم اُٹھایا؟ ابن ندیم (م ۳۸۰ھ) نے ابو حسان الزیادی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے عروہؒ کی کتاب المغازی کو مدون کیا۔[۳۴]

امام سہیلی (م ۵۱۸ھ) نے امام زہریؒ کو پہلا سیرت نگار قرار دیا ہے۔علامہ ذہبیؒ نے زہریؒ کے شاگرد موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پہلے سیرت نگار ہیں۔معروف مستشرق کارل بروکلمان نے بھی اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں حاجی خلیفہ نے دو قول نقل کیے ہیں: ایک یہ کہ محمد بن اسحاق (م ۱۵۵ھ) رئیس أهل المغازی ہیں، جب کہ دوسرے قول کے مطابق عروہؒ بن زبیرؓ پہلے سیرت نگار ہیں۔ابن خلکان کے نزدیک عروہؒ پہلے سیرت نگار ہیں۔سیرت ابن اسحاق کے مقدمہ میں الفرڈ گیوم نے عروہؒ کو نہ صرف پہلا سیرت و مغازی نگار، بلکہ تاریخ اسلام کا بانی بھی قرار دیا ہے۔ عبدالعزیز دوری نے عروہ اور امام زہری کو سیرت و تاریخ کے سرخیل قرار دیا ہے۔ڈاکٹر فواد سیزگن اور ڈاکٹر مصطفی الاعظمی کی بھی یہی رائے ہے۔[۳۵]

مذکورہ بالا اقوال میں جو تعارض دکھائی دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تدوینِ سیر و مغازی کو عموماً دو ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔دور اول (جو باقاعدہ تصنیف و تالیف کا دور نہیں ہے) پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف سے شروع ہوتا ہے، جب کہ دور ثانی کا آغاز دوسری صدی ہجری سے ہوتا ہے۔ یہ باقاعدہ تصنیف و تالیف کا دور ہے۔سیرت و مغازی کی تدوین و تالیف اسی دوسرے دور سے تعلق رکھتی ہے۔جن مؤرخین اور علماء سیر نے دور اول اور اس کی ترتیبِ زمانی کو مدنظر رکھا ان کے نزدیک ابانؒ بن عثمان اور عروہؒ بن زبیرؓ پہلے سیرت نگار ہیں اور جن مؤرخین نے دورِ ثانی کو سامنے رکھا انہوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق امام زہری، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق میں سے کسی ایک کو پہلا سیرت نگار قرار دیا۔

ذیل میں ان اقوال و آراء کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے جو حضرت عروہؒ کے اولین سیر و مغازی نگار ہونے پر دلالت کرتے ہیں:

- حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عروہؒ کے بارے میں واقدیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"کان فقیهاً عالماً ثابتاً حجةً عالماً بالسیر وهو اوّل من صنّف المغازی"۳۶

"وہ فقیہ، معتبر عالم، حجت اور ماہر سیرت تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے کتاب المغازی کی تالیف کی۔"

- ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن اسحاقؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابوحسان الزیادی کی بہت سی کتب تھیں، جن میں حضرت عروہؒ کی کتاب المغازی بھی تھی۔ یاقوت الحموی (م۶۲۶ھ) اور امام سخاویؒ (م۹۸۲ھ) کا بھی یہی قول ہے۔۳۷
- یحییٰ بن معینؒ (م ۲۵۳ھ) نے عروہؒ کے بیٹے ہشام کے حوالے سے لکھا ہے کہ عروہؒ نے واقعہ حرّہ (۶۳ھ) کے موقع پر بہت سی کتب جلا دی تھیں، جس کا انہیں بعد میں بہت افسوس رہا۔ ۳۸
- ڈاکٹر فواد سیزگین نے تاریخ طبری میں موجود ایک روایت **حدثنا ابن حمید ...عن عروة بن زبیر** کی تشریح و تجزیہ میں لکھا ہے:

"اس روایت کو امام طبریؒ نے واقدیؒ اور ابن ہشامؒ کی کتب سے نقل کیا ہے، جن کا ماخذ مغازی ابن اسحاق ہے اور ابن اسحاق کا ماخذ یزید بن رومان اور امام زہریؒ کی کتاب المغازی ہیں اور ان کا سارا دارومدار اور اعتبار عروہؒ بن زبیر کی کتاب المغازی پر ہے۔"۳۹

- حضرت ابان بن عثمانؒ بہ طورِ محدث معروف ہیں اور ان کی روایات کو متعدد افراد نے نقل کیا ہے۔ لیکن بہ طورِ سیرت نگار وہ اتنے معروف نہ تھے۔ مؤرخ یعقوبی (م۲۹۲ھ) کے علاوہ کسی نے ان سے مغازی کی روایات نقل نہیں کیں۔ ۴۰ ابن سعدؒ سے صرف ایک روایت **عن ابان عن معاویة بن عمار عن جعفر بن محمد** (م ۱۴۸ھ) منقول ہے۔ اس سند میں غور طلب پہلو یہ ہے کہ یہاں ابان بن عثمان مراد نہیں، بلکہ ایک دوسرا شخص ابان بن عثمان البخلی مراد ہے۔ ۴۱ ڈاکٹر بشار عواد معروف نے **تهذیب الکمال** کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ابان بن عثمان کی طرف کتاب

المغازی کی نسبت محض وہم ہے، کیوں کہ یہ کتاب ابان بن عثمان بن زکریا البخلی اللؤلؤی کی ہے، جو 'احمر' کے نام سے معروف ہے۔ ۴۲؎ ابن اسحاق، واقدی اور ابن سعد کی کتب میں سیرت رسولؐ سے متعلق حصوں میں بھی ابانؒ بن عثمانؓ کی کتاب المغازی کا ذکر نہیں ہے۔ ابان سے مغیرہ بن عبدالرحمن مخزومی نے جو روایات لی ہیں انہیں اصطلاحی معنی میں کتاب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ انھیں روایتِ سیرت کا ایسا مختصر مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے جس کی اکثر روایات منظر عام پر نہ آسکیں۔ ۴۳؎

- موسیٰ بن عقبہ حضرت زبیرؓ بن العوام کے خاندان کے موالی اور امام زہریؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ بنو امیہ کے آخری دور کے نام ور فقیہ، محدث اور سیرت و مغازی کے عالم ہیں۔ بہ قول واقدی مسجد نبوی میں سیرت و مغازی کے حوالے سے ان کا حلقۂ درس قائم تھا اور لوگ ان سے فتاویٰ حاصل کرتے تھے۔ واقدی نے اپنی کتاب المغازی میں ان سے بہت کم روایات لی ہیں۔ امام مالک نے انہیں ماہر اور ثقہ عالم قرار دیا۔ ۴۴؎ امام شافعیؒ نے بھی ان کی کتاب کو سب سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ ۴۵؎ ان تمام دلائل سے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب مغازی کا صحیح ترین ہونا تو ثابت ہوتا ہے، جس کی بنا پر بعض علماء سیر نے انہیں اولین مغازی نگار قرار دیا ہے، لیکن درحقیقت وہ اولین سیرت نگار نہیں ہیں۔

- محمد بن اسحاقؒ کو مؤرخین کی ایک جماعت اولین سیرت نگار کہتی ہے۔ وہ امام زہریؒ کے عالی مرتبت تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کی سیرتِ نبوی پر جامع کتاب 'سیرۃ ابن ہشام' کی صورت میں آج دنیا کے سامنے ہے۔ ابن اسحاق عہد بنو عباس سے تعلق رکھتے ہیں، جب فنِ سیر و مغازی بہت ترقی کر چکا تھا۔ ابن اسحاق کو اس دور میں اولیت اس معنی میں تو حاصل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف ادوار کو منظم و مربوط انداز میں اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے حالات کی شمولیت سے اس میں مزید وسعت پیدا ہوگئی ہے۔ ۴۶؎ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محمد بن اسحاقؒ سیرت و مغازی کو مدوّن شکل میں پیش کرنے والے پہلے

سیرت نگار ہیں، نہ کہ اس فن کے بانی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے:

”وجمعها اوّلاً محمد بن اسحاق و اوّل من صنّف فيها عروة بن الزبير“ ۴۷۔

”روایاتِ سیرت کی تدوین سب سے پہلے محمد بن اسحاق نے کی۔ البتہ فن سیرت میں اولین تصنیف عروہ بن زبیر کی ہے“

ابن اسحاقؒ کی مرویات صحیح کے درجے تک نہیں پہنچتیں، بلکہ حسن درجے کی ہیں، وہ بھی اس شرط پر جب وہ خود سماع کی صراحت کریں، کیوں کہ وہ مدلّس ہیں۔ گویا ان کی روایاتِ سیرت حسن اور ضعیف دونوں اقسام پر مشتمل ہیں۔ ۴۸۔

- امام مسلم بن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ) کے بارے میں بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اوّلین سیرت نگار ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ امام زہریؒ کے بارے میں یہ بات تو واضح ہے کہ وہ باقاعدہ تالیف وتصنیف کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں اور بلا شبہ انہوں نے سیرت نبویؐ کی مختلف ومنتشر روایات کو باقاعدہ منظم ومربوط انداز میں مرتب کر کے مغازی پر ایک کتاب تحریر کی تھی، جو بعد کے علماء سیر وتاریخ کو دست یاب نہ ہوسکی، تاہم ’الزھریات‘ کے عنوان کے تحت ذخیرۂ احادیث میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے اسے بعد کے محدثین ومؤرخین نے جمع کیا اور وہ اب منتشر صورت میں کتبِ سیر وتاریخ میں موجود ہے۔ ۴۹۔ امام سخاویؒ اور حاجی خلیفہؒ لکھتے ہیں کہ امام زہریؒ نہ صرف عروہؒ کے شاگرد تھے، بلکہ ان سے مرویاتِ مغازی نقل بھی کرتے تھے۔ ۵۰۔

امام زہریؒ نے عروہؒ کے بارے میں کہا تھا:

”أدركت من القريش أربعة بحور: سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير و أبا سلمة بن عبد الرحمن وعبيد الله بن عتبة“ ۵۱۔

”میں نے قریش کے چار اصحاب علم کو بحر بیکراں پایا: سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبد الرحمن اور عبید اللہ بن عتبہ“۔

دور حاضر کے معروف محقق ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ لکھتے ہیں:

''عام طور پر محدثین، سیرت نگار اور مؤرخین یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ سیرت نگاری میں سب سے پہلا کام امام زہریؒ نے کیا۔ یقیناً ایک زمانے تک اہل علم کے حلقوں میں یہی خیال تھا کہ امام زہریؒ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے سیرت و مغازی پر کتاب لکھی۔ چنانچہ ان کی کتاب 'مشاھد النبیؐ' کا کئی لوگوں نے تذکرہ کیا ہے اور امام سخاویؒ نے بھی اعلان بالتوبیخ میں یہ بات کہی ہے۔لیکن اب حضرت عروہؒ کی کتاب دست یاب ہونے کے بعد اور حضرت ابانؒ بن عثمانؓ کی مرویات کے تحریری طور پر مرتب ہونے اور عاصم بن عمر بن قتادہؒ کی کتاب کے مرتب ہونے کے بعد یہ کہنا مشکل ہے کہ امام زہریؒ پہلے مصنف ہیں۔ یہ بیان اس وقت کی معلومات کی روشنی میں تو درست تھا، لیکن اب نئی اور تازہ ترین تحقیقات کی رُو سے درست نہیں ہے۔ اس وقت تازہ ترین معلومات و تحقیقات کے اعتبار سے قدیم ترین سیرت نگار عروہؒ بن زبیرؓ ہیں، جن کے بارے میں کئی لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ایسا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔''۵۲

مغازی عروہؒ بن زبیرؓ کا تعارف

حضرت عروہؒ کی کتاب 'مغازی رسول اللہ' اپنے فن کے اعتبار سے اوّلین تصنیف ہے، جسے ان کے شاگرد محمد بن عبدالرحمن بن نوفل بن الاسود معروف بہ ابو الاسود یتیم عروۃ (م ۱۳۱ھ) نے ان سے روایت کیا ہے۔قلمی شکل میں موجود اس کتاب کو ہندوستان کے معروف محقق ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی (پ ۱۹۳۲ئ) نے مرتب و مدوّن کرکے پندرہویں صدی ہجری کی استقبالیہ تقریبات (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ئ) کے موقع پر **مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض** کے تعاون سے سعودی عرب سے شائع کیا۔اس نسخہ میں اصل متن کے علاوہ ایک طویل مقدمہ، سات مکاتیب اور تین ضمیمے شامل ہیں۔ یہ کل ۲۶۳ رصفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ ۹۷ رصفحات پر محیط ہے۔اس میں سیرت نگاری کی ابتدائی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سلسلے میں

مستشرقین کے اعتراضات نقل کر کے ان کا مدلل اور مسکت جواب دیا گیا ہے۔

کتاب کا اصل متن ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مرکزی موضوع تو رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا ہیں، تاہم اس میں آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کے دیگر اہم واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر بدء الوحی اور حضرت خدیجہؓ کا موقف، حضرت خدیجہؓ کی ورقہ بن نوفل سے ملاقات، حضرت جبرئیلؑ کا نبی کریمؐ کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھلانا، آپؐ کا اپنی قوم اور دیگر افراد کو دعوتِ حق دینا، سفر طائف کا مفصل بیان اور اس پر اہل مکہ کا ردعمل، پہلی ہجرت حبشہ کی تفصیلات، شاہ حبشہ نجاشی کی کفارِ مکہ کے وفد اور حضرت جعفر طیارؓ سے گفتگو، ایک نصرانی نوجوان عقبہ بن ربیعہ بن عبد الشمسؓ معروف بہ 'عداس' کا قبولِ اسلام، حدیثِ معراج کا اشارۃً تذکرہ، حضرت مصعبؓ بن عمیر کو معلّم بنا کر مدینہ بھیجنا، بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کا مفصل بیان وغیرہ۔ پھر اس کے بعد تمام اہم غزوات وسرایا کو زمانی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کی بعض دستاویزات اور مرض الموت کے بارے میں تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب کے اصل متن کے بعد فاضل مرتب نے سات ایسے مکاتیب شامل کیے ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے صلح کی غرض سے مختلف قبائل کے سرداروں اور حکم رانوں کو لکھے تھے۔

آخر میں فہرست موضوعات کے علاوہ مصادر و مراجع کی ایک جامع فہرست پیش کی گئی ہے۔ جو حدیث، تاریخ، سیرت اور رجال کی بنیادی کتب پر مبنی ہے۔

مغازی کا منہج واُسلوب

حضرت عروہؒ نے کتاب کے مواد کو بڑے مربوط انداز میں مرتب و مدوّن کیا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے اسناد کے ساتھ روایات جمع کیں، واقعات کو مکمل طور پر بیان کرنے کے لیے مختلف متون کا موازنہ کیا۔ اسی طریقہ کو بعد کے سیرت نگاروں نے بھی اپنایا، جن میں امام زہریؒ اور ابن اسحاقؒ شامل ہیں۔ ۵۳

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے مغازی عروہؒ کے اُسلوب کے بارے میں لکھا ہے

کہ اس میں کہیں ''أبو الاسود فی مغازیہ عن عروۃ'' لکھا گیا ہے اور کہیں صرف مغازی عروۃ۔ اس سے یہ سوال اُٹھتا ہے کہ یہ کتاب ابوالاسود یتیم عروۃ کی تالیف ہے یا عروہؒ بن زبیرؓ کی؟ ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قدماء کے نزدیک کتاب کی نسبت کی دو نوعیتیں ہوتی ہیں: کبھی اس کی نسبت مؤلف کی طرف ہوتی ہے اور کبھی راوی کی طرف۔ اس انداز کو کبھی غلط نہیں کہا گیا۔ ۵۴؎

عبدالعزیز الدوری نے عروہؒ بن زبیرؓ کے اُسلوب کو بالکل واضح اور سلیس قرار دیا ہے کہ وہ واقعات کو ایک زندہ حقیقت کی طرح بیان کرتے ہوئے مسلسل گفتگو کرتے چلے جاتے ہیں۔ ۵۵؎

قرآنی آیات سے استدلال

حضرت عروہؒ نے اپنی کتاب میں سب سے زیادہ قرآنی آیات سے استدلال کیا ہے۔ مختلف واقعات کے ذیل میں انھوں نے سولہ (۱۶) سورتوں کی سڑسٹھ (۶۷) آیات نقل کی ہیں۔ سب سے زیادہ آیات سے استدلال رؤیا عاتکہ اور غزوۂ بدر کے واقعات میں کیا ہے۔

اشعار کا استعمال

حضرت عروہؒ نے موضوع کی مناسبت سے آٹھ (۸) مقامات پر دس (۱۰) شعراء کے اشعار نقل کیے ہیں۔ ان شعراء کے نام یہ ہیں:

زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، لبید بن ربیعہ، طالب بن ابی طالب، المجد، ہندبنت عتبہ، حبیب، عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، عباس بن مرداس۔

اسناد کا بیان

مغازی عروہ کی وہ تمام روایات جو ابوالاسود سے مروی ہیں، اسناد سے مکمل طور پر عاری ہیں۔ اس کی متعدد وجوہ ہیں:

۱۔ پہلی صدی ہجری میں اسناد تحریر کرنے کا رواج نہیں تھا۔

۲۔ اسناد کے حوالے سے وہ مقررہ معیار، جو بعد کی صدیوں بالخصوص دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ناگزیر صورت میں دکھائی دیتا ہے، ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔

۳۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے حوالے سے تاریخی نوعیت کے وقائع پر ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔

۴۔ بہت سے صحابہ کرامؓ اس عہد میں ابھی زندہ تھے، جو تمام تاریخی واقعات کے عینی شاہد تھے۔ اصطلاحاتِ حدیث کی رو سے ابو الاسود کی تمام روایات مرسل نظر آتی ہیں (جن میں تابعی کے بعد صحابی کا نام ساقط ہو) اور محدثین کرامؒ کے نزدیک ایسی تمام روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ امام بیہقیؒ نے مرسل کی اقسام اور ان سے اخذ و استفادہ (بالخصوص سیرت و مغازی میں) کی شرائط پر تفصیلی بحث کی ہے۔۵۶؎

انساب کا بیان

حضرت عروہؒ نے سیرت کے حوالے سے انساب کا خصوصی طور پر اہتمام کیا ہے۔ جہاں کہیں ایسے نام آئے ہیں جو کئی افراد کے ہیں، خواہ ان کا تعلق غزوات سے ہو یا شہداء سے، تو انھوں نے محض نام لکھ دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ تفصیل سے نسب ذکر کیا ہے، مثلاً شہداء بدر کے اسماء کے سلسلہ میں صرف 'انصاری' یا 'مہاجر' نہیں لکھا، بلکہ ہر شخص کے ضمنی قبیلہ اور شاخ کا ذکر بھی کیا ہے جیسے:

– **الحارث بن سراقة ثم بن نجار**

– **سعد بن عبادة بن دليم بن حارثة بن خزيمة و هو نقيب وقد شهد بدرا**

اس قسم کی متعدد مثالیں بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ (۱۱ اور ۱۲ نبوی)، شہداء احد (شوال ۳ ہجری) حنین (شوال ۸ ہجری) اور دیگر واقعات میں موجود ہیں۔۵۷؎

مؤرخانہ اندازِ تحریر

حضرت عروہؒ سے منسوب روایاتِ سیرت و مغازی میں مؤرخانہ اُسلوبِ تحریر

کی جھلک موجود ہے، جو تاریخ وحدیث کی کتب میں متفرق طور پر قدیم ترین اور مستند ترین واقعات کی صورت میں دکھائی دیتی ہیں، مثلاً:

۱۔ حضور اکرم ﷺ کا بعثت سے قبل مختلف خواب دیکھنے کا تذکرہ۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات (رجب ۱۰ نبوی) کے بعد مشرکینِ مکہ کی دیدہ دلیری۔

۳۔ ہجرتِ مدینہ کے اسباب ومحرّکات، مہاجرین کی حالتِ زار اور ان کا مدینہ پہنچ کر مختلف امراض کا شکار ہونا۔

۴۔ غزوۃ بدر الکبری (رمضان ۲ھ) کے حالات و واقعات۔

۵۔ واقعۂ افک (۵ یا ۶ھ) کا تذکرہ۔

۶۔ معرکہ مؤتہ (جمادی الاولی ۸ھ) کے واقعات کا تذکرہ۔

۷۔ لشکرِ اسامہ بن زیدؓ کی روانگی (صفر ۱۱ھ) اور حضورِ اکرم ﷺ کا مرض الموت، وفات (۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ) اور دیگر واقعات کا بیان۔ ۵۸؎

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عروہؒ کی خصوصی توجہ اور دل چسپی کا موضوع سیرت نبوی اور مغازی تھا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خلفائے راشدین کے عہد کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے، بلکہ انہوں نے اس دور کے اہم واقعات کے متعلق بھی روایات نقل کی ہیں، مثلاً انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت کے متعدد واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ عہدِ فاروقی میں لڑی جانے والی جنگِ قادسیہ (۱۴/ہجری) کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں لڑی جانے والی جنگ ِجمل (۳۶/ہجری) کے بارے میں ایک روایت ذکر کی ہے۔

مصادر

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ کے بنیادی مصادر تین ہیں:

۱— قرآنِ حکیم:

حضرت عروہؒ سیرتِ نبویؐ سے متعلق حالات و واقعات بیان کرنے میں سب سے پہلے قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کی کتاب المغازی بروایت أبی الأسود کے مطبوعہ نسخہ میں مختلف واقعات کے ضمن میں سڑسٹھ (٦٧) آیات نقل کی گئی ہیں۔

۲— بالمشافہہ روایات:

دوسرا بڑا مصدر بالمشافہہ روایات ہیں۔ عروہؒ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں گزرا۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام اور ابنائے صحابہ سے ان کا بہ راہِ راست رابطہ تھا۔ ان کے ذریعے ان کو تاریخِ اسلام کے بالکل ابتدائی عہد خصوصاً سیرت نبویؐ سے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔

بالمشافہہ مصادر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) خاندان:

حضرت عروہؒ نے جن حضرات سے روایات لی ہیں ان میں ان کے اپنے خاندان کے افراد بھی شامل ہیں، مثلاً ان کے والد حضرت زبیرؓ بن العوام، والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔

(ب) اعزا و اقارب:

سیرت نبویؐ اور دیگر تاریخی واقعات کے حوالے سے عروہؒ نے اپنے جن اعزا و اقارب سے بہ راہ راست روایات لیں ان میں حضرت علیؓ بن ابی طالب اور ان کی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ زیادہ نمایاں ہیں۔

(ج) صحابہ کرامؓ اور ابنائے صحابہ:

عروہؒ کی بالمشافہہ روایات (مصادر) کی تیسری قسم جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد پر مشتمل ہے، مثلاً ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، ابو ایوب انصاریؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن

العاص، ابن حمید الساعدیؓ ،عمرو بن العاصؓ ، معاویہ بن ابی سفیانؓ ، المسور بن مخرمہ، عمر بن ابی سلمہ، عبداللہ بن زمعہ، حکیم بن حزامؓ ،قیس بن عبادہ، زید بن ابی صلت ، ام ہانیؓ بنت ابی طالب اورام المؤمنین ام سلمہؓ۔

مذکورہ بالا رواۃ کی فہرست سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور ابنائے صحابہ میں سے یہ وہ حضرات ہیں جنہیں تاریخ اسلام میں بڑی شہرت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی قدر ومنزلت بھی بہت زیادہ تھی۔ یہ سب شواہد عروہؒ کی بالمشافہہ روایات (مصادر) کی ثقاہت اورتاریخی اہمیت کونمایاں کرتے ہیں۔اسی وجہ سے تاریخ وحدیث کی کتب میں ان کے بکھرے ہوئے تاریخی آثار قدیم ترین اور مستند ترین شمار کیے جاتے ہیں۔

۳– تحریری مواد:

تیسری اہم چیز وہ تحریری دستاویزات ہیں جن سے عروہؒ نے سیرت نبوی کے حوالے سے استفادہ کیا ہے۔ان کو تحریری دستاویزات بالخصوص مکاتیبِ نبویؐ سے بے حد دل چسپی تھی۔ اس لیے وہ مختلف واقعات سیرت میں بہ طورِ حوالہ ان کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً حضورِ اکرم ﷺ کے وہ خطوط جو آپؐ نے حارث بن کلال، شریح بن عبد کلال اورنعیم بن عبد کلال اورقبیلہ بنوزرعہ اوربنی ذی یزن کو تحریر فرمائے تھے۔

مغازی رسول اللہ کا اردو ترجمہ

مغازی عروہ کا اب تک صرف اردو زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔ یہ اعزاز ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور کو حاصل ہوا ہے، جس نے ملک کے معروف عالم مولانا محمد سعید الرحمان علوی کے ذریعہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۷ء میں منصۂ شہود پر آیا اور اب تک اس کے تین ایڈیشن بغیر ترمیم واضافہ کے شائع ہوئے ہیں۔ یہ ترجمہ ۲۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا تعارف معروف مؤرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی کے قلم سے ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ أنساب الاشراف، البلاذری، مکتبه القدس، بیروت، ۱۹۳۶ئ، ۳۷/۵

۲۔ سیر أعلام النبلاءٔ، الذهبی، تحقیق وتخریج، حسّان بن عبد الحنان، بیت الافکار الدّولیة، لبنان، ۲۰۰۴ئ، ۲/۷۷، ۲۶

۳۔ وفیات الأعیان، ابن خلکان، مکتبه النهضة المصریة القاهرة، ۱۹۴۸ئ، ۲/۲۱۴؛ تهذیب التهذیب، ابن حجر عسقلانی، (تحقیق مصطفی عبدالقادر عطا) دار الکتاب العلمیة، بیروت، ۱۹۹۴ئ، ۷/۱۸۰؛ شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، ابن العماد الحنبلی، دار المیسرة، بیروت، ۱۹۷۹ئ، ۱/۱۰۲

۴۔ بحث نشأة علم التاریخ عند العرب، د۔عبدالعزیز الدوری، المطبعة الکاثولیکیة، بیروت، ۱۹۶۰ئ، ص ۲۲؛ التاریخ، لخلیفه بن خیاط، (تحقیق: الدکتور محمد أکرم ضیاء العمری)، دار القلم، بیروت و دمشق، ۱۹۷۷ئ، ۱/۱۵۹

۵۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الزبیر بن عوام، ۳۷۱۹

۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل طلحة و الزبیر، ۲۴۱۶

۷۔ سیر أعلام النبلاء، ۲/۴۱۲-۲۰۸

۸۔ أنساب الاشراف، ص ۶۳

۹۔ حلیة الأولیاءٔ، ابو نعیم الأصبهانی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۷ئ، ۲/۲۰۰

۱۰۔ التاریخ الکبیر، البخاری، (تحقیق عبدالقادر مصطفی عطا)، دار الکتاب العلمیة، بیروت، ۶/۳۴۰؛ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، (تحقیق الشیخ أحمد عکی عبید، أد حسن أحمد آغا)، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ئ، ۱۲/۹

۱۱۔ تاریخ دمشق، ابن عساکر، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۳ئ، ۲/۱۲۸۱

۱۲۔ تهذیب التهذیب، طبع حیدر آباد، هند، ۱۹۷۳ئ، ۷/۱۸۲؛ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، جمال الدین المزی (۷۴۲ھ) تحقیق الدکتور بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۹۸۳ئ، ۴۶۵، ۴۶۴

۱۳۔ السیرة النبویة لإبن هشام، منشورات مصطفی، قم، ایران، س۔ن، ۱/ھ۔
۱۴۔ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، ۱۳/۱۱
۱۵۔ سیر أعلام النبلاء، ۲/۱۰۱
۱۶۔ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، ۱۳/۱۱
۱۷۔ الکفایة فی علم الروایة، الخطیب البغدادی، دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد هند، ۱۳۵۷ھ، ص ۲۰۵
۱۸۔ کتاب العلل، علی ابن المدینی، ص ۳۹، م۔۱
۱۹۔ مغازی رسول الله لعروة بن الزبیر، (تحقیق و تخریج الدکتور محمد مصطفی الأعظمی)، مکتب التربیة لدول الخلیج، الریاض، طبع اولی، ۱۹۸۱ئ، ص ۹
۲۰۔ الأعلام، خیر الدین الزرکلی، دار العلم للملایین، لبنان، ۱۹۹۷ئ، ۵/۱۷
۲۱۔ کتاب العلل، ص ۲۴-۲۲
۲۲۔ أصحاب الفتیا من الصحابة والتابعین، ابن حزم الاندلسی، تحقیق سید کسروی حسن، دار الکتاب العلمیة و دار ابن الباز مکه مکرمه، ۱۹۹۵ئ، ص ۱۳۱
۲۳۔ سیر أعلام النبلائ، ۱/۲۴۷
۲۴۔ *تدوینِ سیرت و مغازی، قاضی اطہر مبارک پوری، کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور، طبع اول ۲۰۰۵ئ، ص ۱۷۷*
۲۵۔ حلیة الأولیائ، ۲/۱۸۰
۲۶۔ حلیة الأولیائ، ۲/۱۸۰،
۲۷۔ وفیات الأعیان، (تحقیق احسان عباس)، دار الثقافة، بیروت، ۳/۲۵۶
۲۸۔ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، ۱۳/۱۲
۲۹۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۱۲۸/۷؛ تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، ۱۳/۱۰
۳۰۔ تاریخ دمشق، ۱/۲۸۵
۳۱۔ طبقات ابن سعد، ۵/۱۳۳
۳۲۔ تهذیب التهذیب، ۵/۱۸۵، ۱۸۳
۳۳۔ تاریخ خلیفة بن خیاط، ص ۳۰۶؛ تاریخ الأمم والملوک، ابن جریر الطبری، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۵/۵۴۰؛ شذرات الذهب فی اخبار من الذهب، ۱/۱۰۲؛ صفة الصفوة، لإبن الجوزی،